ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2519-6332 (Online)

ڈاکٹر عابدہ نسیم ❁
سکندر ممتاز ❁❁

کوہِ گراں اور مرگِ آب کی کہانی: ایک ماحولیاتی مطالعہ

Koh-e-Giran and Death of waters: An eco-critical study

By *Abida Naseem, Lecturer, Dept. of Urdu Language & Literature, University of Sargodha.*

Sikandar Mumtaz, MPhil Scholar, Dept. of Urdu Language & Literature, University of Sargodha.

ABSTRACT

Eco criticism is a way to study the literary texts which explores the association of literature and nature. It also anayalized the dimensions and roots of this bond. It evaluates the presentation of nature through literature and reflects the human behaviores and interactions towards nature. It tries to assess the challenges faced by the nature due to cultural patterns. This discourse emphasises to apply the rules of nature on literary works and tries to recomprihend the text which explores the unity between nature and humans. Khalid Fateh Muhammad's novel koh-e-giran reflects the death of water, its causes and impacts in its socio-political, geo-political, socio cultural and socio- economic context. In this article researcher tried to study the novel under all above dimensions associated with eco-critical study.

Keywords: Novel, *Koh-e-Giran*, Eco-critical study, Death of waters, Envoironmental corruption, Marxist Ecology.

ماحولیاتی تنقید ادبی متون کے تفہیم و تجزیے کا ایک نیا طریق کار ہے جس کی ابتدا تین دہائیاں قبل ہوئی

❁ لیکچرر، شعبۂ اردو زبان و ادب، یونی ورسٹی آف سرگودھا
❁❁ ایم فل اسکالر، شعبۂ اردو زبان و ادب، یونی ورسٹی آف سرگودھا

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

ہے۔ یہ تھیوری ابھی اپنے تشکیلی مراحل میں ہے اور ادبی مطالعات کو ایسا تناظر فراہم کرتی ہے جس میں تمام موجودات کو باہم ناگزیر قرار دیا جاتا ہے۔ انسان اور فطرت کا قدیم تعلق ہم آہنگ اور مضبوط تھا، جسے مذاہب اور اساطیر میں ایک وجودی سلسلے کا حصہ سمجھا جاتا تھا۔ تاہم، علمی ترقی اور صنعتی انقلاب نے انسان کو فطرت پر غالب کرنے کی کوشش کی، جس سے فطرت کی بربادی شروع ہوئی۔ بیسویں صدی کو فطرت کے زوال کا دور کہا جاتا ہے، اور ماحولیاتی تنقید نے اس زوال کی وجہ انسانی مرکزیت کو قرار دیا، جہاں انسان کو فطرت پر برتر سمجھا گیا۔ ماحولیاتی تنقید نے اس تصور کو رد کیا اور انسان و فطرت کو برابر اہمیت دی۔ اس نے ادب میں فطرت کے اظہار کا تجزیہ کرتے ہوئے فطرت کی حقیقی قدر اور زمین و حیوانات کے حقوق کو تسلیم کرنے پر زور دیا۔ ادب میں ماحولیاتی تنقید کے لیے مختلف اصطلاحات جیسے سبز انتقاد، سبز شعریات، اور سبز ثقافتی مطالعات استعمال کی جاتی ہیں، مگر زیادہ تر Ecocriticism کو ترجیح دی جاتی ہے۔ شیرل گلاٹفیلٹی کے بقول ماحولیاتی تنقید ادبی مطالعات کے لیے زمین کو مرکزیت دینے والا طریقۂ کار اپناتی ہے۔[۱] ماحولیاتی تنقید دراصل فطرت اور ماحول کو ادبی مطالعے کا مرکز بناتی ہے اور اس تصور کو رد کرتی ہے جس میں انسان کو کائنات کی تمام اشیا پر اختیار کا حق حاصل ہے۔ یہ تنقید انسانی بالادستی کے نظریے کو چیلنج کرتی ہے اور ادب میں فطرت کے کردار کو فعال حیثیت دیتی ہے اور ادب کے دائرۂ کار کو پوری حیاتِ ارضی تک وسیع کر دیتی ہے۔ ایکو سسٹم کی باہم ناگزیریت کو ادبی متون پر منطبق کرتے ہوئے ولیم روئے کرٹ ادب کو بھی ایک ایسا نظام قرار دیتے ہیں جس میں تخلیق کار، متن، قاری اور تخلیقی اظہار سب ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ سورج کی طرح ادب بھی تخلیقی توانائی کا سرچشمہ ہے جو مسلسل گردش میں رہتی ہے اور قاری و مصنف کے درمیان جذب و انفعال کا ذریعہ بنتی ہے۔ یہی تسلسل، باہمی ربط اور توانائی کا بہاؤ ماحولیاتی تنقید کا بنیادی فکری اثاثہ ہے۔[۲]

ماحولیاتی تنقید کے بنیادی مقاصد میں ادب، معاشرے اور فطرت کے باہمی تعلق کو دریافت کرنا اور اس رشتے کو ہم آہنگ بنانے کی کوشش کرنا، ماحولیاتی مسائل اور بحرانوں کی نشاندہی کرنا اور حیاتیاتی تنوع کے زوال کو اجاگر کرنا، ماحولیاتی شعور کو فروغ دینا، فطری مظاہر کی معدومیت اور انسان کے ہاتھوں تباہ کاری اور اس کے مضمرات کا تجزیہ کرنا شامل ہے۔ ماحولیاتی تنقید اپنے منہاج میں ایسی سماجی اخلاقیات اور انسانی اعمال کا محاسبہ کرتی ہے جو فطرت کے استحصال کا جواز قائم کرتے ہیں اور اسے فروغ دیتے ہیں، بلکہ یہ ایسی متوازی قدری تشکیلات کا تصور پیش کرتی ہے جو فطرت سے ہم آہنگ زندگی پر زور دیتی ہیں۔ اپنے اس طرزِ عمل کی بنا پر اس تنقید کا احاطہ کار سماجیات، اخلاقیات، فلسفہ، معاشیات اور سائنس تک پھیل جاتا ہے اور یہ ادب کو ایک بین العلومی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ڈسکورس عطا کرتی ہے۔اس طرح یہ فطرت کو کنٹرول کرنے، زوال آشنا بنانے، من چاہی توقیر دینے اور طاقت کے اجارے کے لیے فطرت کا کاروبار کرنے والی ہیئت ہائے مقتدرہ کا مواخذہ کرتی نظر آتی ہے۔ ذیل میں ماحولیاتی تنقید کے انھی تناظرات کی روشنی میں خالد فتح محمد کے ناول کوہ گراں کا مطالعہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

خالد فتح محمد کا ناول کوہِ گراں ۲۰۱۷ء میں اشاعت پذیر ہوا۔اس ناول میں قدرتی وسائل کے خاتمے بالخصوص پانی کے بحران کو موضوع بنایا گیا ہے۔اس ناول میں پانی کی قلت کو صرف ماحولیاتی المیہ کے طور پر پیش نہیں کیا گیا بلکہ اس کے سماجی، سیاسی اور معاشی مضمرات کا کھوج لگانے کی سعی بھی کی گئی ہے۔ناول میں پنجاب کے نہری نظام کو ماحولیاتی اور سماجی مسئلے کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جہاں پانی کی غیر منصفانہ تقسیم اور سرمایہ دارانہ نظام نے زمین کو بنجر بنا دیا ہے۔

ناول میں پانی جیسے بنیادی فطری مظہر اور زندگی کے لیے ناگزیر عطیہ قدرت کے زوال کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ماحولیاتی تنقید کے اس زاویے کو سماجی و مارکسی ماحولیات قرار دیا جاتا ہے جو معاشی اور سرمایہ کارانہ مقاصد کی خاطر فطری عناصر کے ضیاع اور انھیں زیرِتصرف لانے پر سوال اٹھاتی ہے۔ناول کے پس منظر میں ہندوستان میں دنیا کے سب سے بڑے نہری نظام کی تشکیل،اس کی صارفی اخلاقیات اور نتائج کو اجاگر کیا گیا ہے۔اس نہری نظام کی تشکیل کے بعد دریاؤں کی قدرتی گزرگاہوں کو قابو کر کے انھیں من چاہے راستوں سے گزرنے پر مجبور کیا گیا تاکہ زیادہ سے زیادہ معاشی فوائد حاصل کیے جاسکیں۔صارفی اخلاقیات کے تحت ایسے معاہدے اور ساز باز کی گئی جس کے تحت پانی کو جغرافیوں اور سیاسی مفادات کا پابند کیا گیا۔اس سفاکارانہ تجارت نے زمین کے فطری آہنگ اور توازن کو مسمار کر دیا اور ان فطرت معاندانہ اقدامات نے بھیانک زمینی اور موسمی تبدیلیوں کی صورت میں اپنا اظہار کیا۔ناول میں حلیم کی بغاوت، مرالہ ہیڈ ورکس کو اڑانے کا منصوبہ، سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف انقلاب کی علامت ہے، اور پانی کی غیر منصفانہ تقسیم کے خلاف اس کی جدوجہد سماجی اور ماحولیاتی انصاف کی بحالی کا مطالبہ کرتی ہے۔

زیرِ مطالعہ ناول میں یہ دکھایا گیا ہے کہ بیسویں صدی کے وسطی دہائی میں گوجرانوالہ کے نواحی گاؤں کا چودھری حلیم جب تیس برس شہر میں گزارنے کے بعد ریٹائر ہو کر لوٹتا ہے تو اسے اپنا گاؤں اجڑا ہوا ملتا ہے؛ بیشتر لوگ شہروں کی جانب نقل مکانی کر چکے ہیں۔اس تباہی کی ایک بڑی وجہ پانی کی شدید قلت ہے، جو انسان، جانور اور فصل، سب کے لیے زندگی کا بنیادی وسیلہ ہے۔حلیم اس بگڑتے ہوئے ماحولیاتی نظام کو بحال کرنے کا عزم کرتا ہے۔اسے یقین ہے کہ پانی کی واپسی سے فطرت کی بحالی ممکن ہے۔گاؤں کی خشک ہو چکی نہریں، بے آب کھیت

اور ماند پڑتا ہوا قدرتی حسن، سب اسی بحران کی علامتیں ہیں۔ چودھری حلیم کا یہ گاؤں دریائے چناب کے کنارے مرالہ ہیڈ ورکس کے قریب واقع ہے۔۱۹۰۶-۱۹۱۲ کے دوران دریائے چناب پر مرالہ ہیڈ ورکس کی تنصیب نوآبادیاتی عہد کا ایک بہت اہم اور بڑا نہری منصوبہ تھا۔صوبہ پنجاب کے اضلاع گجرانوالہ اور سیالکوٹ کے درمیان تعمیر شدہ یہ ہیڈ ورکس پنجاب کو زیادہ سے زیادہ پیداواری، زرخیز اور منافع بخش بنانے کے لیے قائم کیا گیا جس پر تمام صوبے کی زراعت کا انحصار ہے۔ بنیادی طور پر پاکستان ایک زرعی ملک ہے جس کی زراعت کا دارومدار پانی پر ہے یہاں کی زمین بہت زرخیز ہے اور ہر قسم کی فصلوں کے لیے انتہائی موزوں ہے زرعی ضروریات پوری کرنے کی غرض سے ان دریاؤں پر ہیڈ ورکس کی تعمیر کے ذریعے متعدد نہریں نکالی گئی ہیں۔ بنیادی نہروں کے ساتھ ساتھ رابطہ نہروں کا جال بچھایا گیا جن کے ذریعے پانی کھیتوں تک پہنچایا جاتا ہے۔[۳] اس سے ملکی پیداوار کا ہدف پورا کرنے میں مدد ملتی ہے۔ برآمدات کی شکل میں ملک کا زرمبادلہ بھی حاصل ہوتا ہے جو ملکی معیشت اور فی کس پیداوار بڑھانے کا ایک بہترین وسیلہ ہے۔ اس سے قبل محض قدرتی طریقے سے دریاؤں کے گردونواح کا علاقہ ہی سیراب ہوتا تھا اور پنجاب کا کثیر رقبہ غیر پیداواری تھا۔

مصنف نے اس نہری نظام کو ایک ماحول دوست ادیب کے نقطہ نظر سے دیکھا ہے۔ ماحولیاتی تناظر میں مصنف نے ان تاریک پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے جو اس نہری نظام کی دین ہیں۔ پانی کی تقسیم اور ترسیل کے اس بہت بڑے سسٹم میں ماحول کی تباہی کے متعدد اسباب بھی پنہاں ہیں۔ ناول میں دکھایا گیا ہے کہ چودھری حلیم جب واپس لوٹتا ہے تو مردہ زمین فطرت کے ساتھ انسانی سفاکیوں پر نوحہ کناں نظر آتی ہے۔

> اس کے گاؤں میں پانی نہیں تھا۔ اسے یہاں آئے ہوئے کچھ گھنٹے ہی گزرے تھے لیکن اسے کہیں کوئی پرندہ نظر نہیں آیا تھا۔ اس نے سوچا کہ درخت ہی نہیں تو پرندے کہاں ہوں گے؟ فصل، حشرات الارض، سایہ، مردار، سبزہ، گھر، روڑی، نہر، چھپڑ کچھ بھی نہیں تھا۔ حیرت کی بات تھی کہ تپ دق زدہ مراد علی اور دیسو ٹنڈا زندہ تھے۔ کیا انھوں نے پانی کے بغیر جینا سیکھ لیا تھا؟ پانی کے بغیر کیسے جیا جا سکتا ہے؟[۴]

ناول میں مصنف نے پنجاب کے اس نہری نظام کو ایک ماحولیاتی اور سماجی مسئلے کے طور پر پیش کیا ہے، جہاں پانی کی تقسیم میں عدم مساوات اور سرمایہ دارانہ نظام کی حکمت عملیوں نے زمین کو بنجر بنا دیا ہے۔ ناول میں دکھایا گیا کہ دریاؤں کے پانی کا رخ موڑ کر ایک خاص طبقے کو فائدہ پہنچایا گیا، جبکہ دوسرے علاقوں کو بنجر اور پانی کی قلت کا شکار کر دیا گیا۔ حلیم کا گاؤں، جسے پانی سے محروم رکھا گیا، اس استحصالی نظام کی ایک زندہ مثال ہے۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

مارکسی ماحولیات کے مطابق انسان اور فطرت کے درمیان ہم آہنگی ہونی چاہیے، لیکن صنعتی ترقی اور سرمایہ دارانہ نظام نے اس رشتے کو بگاڑ دیا ہے۔ نہری نظام کے ذریعے پانی کو فطری بہاؤ سے ہٹانا اور اسے معاشی مفادات کے تحت قابو میں لانے کی کوشش نے قدرتی توازن کو بگاڑا ہے۔ حلیم کا گاؤں جو کبھی سرسبز تھا، اب پانی کی کمی کے باعث بنجر ہو چکا ہے، جو فطرت اور انسانی سرگرمیوں کے درمیان ٹوٹتے رشتے کی نشاندہی کرتا ہے۔ پانی کی غیر منصفانہ تقسیم کے باعث حلیم اور اس کے گاؤں کے لوگ مشکلات کا شکار ہیں، جبکہ دیگر علاقے زرخیز ہو چکے ہیں۔ یہ تقسیم سماجی ناانصافی کو ظاہر کرتی ہے، جو مارکسی ماحولیات کا ایک بنیادی نکتہ ہے۔ حلیم کا مرالہ ہیڈ ورکس کو بم سے اڑانے کا منصوبہ سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف بغاوت کی علامت ہے، جسے مارکسیت میں ایک انقلاب کی صورت میں دیکھا جا سکتا ہے۔ حلیم یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے گاؤں کی تباہی کا سبب پانی کی غیر منصفانہ تقسیم اور اس نظام کی نابرابری ہے، اس لیے وہ اس استحصالی نظام کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اپنے گاؤں کی رونقیں دوبارہ بحال کر سکے۔ سماجی اور مارکسی ماحولیات کے مطابق فطری وسائل پر عوام کا حق ہوتا ہے، لیکن سرمایہ دارانہ نظام ان وسائل کو نجی ملکیت میں بدل دیتا ہے۔ دریاؤں اور نہروں پر حکومتی کنٹرول اور پانی کی غیر مساوی تقسیم اس بات کی علامت ہے کہ فطری وسائل کو عوام کی بجائے چند افراد کے ہاتھوں میں مرکوز کیا جا رہا ہے۔ اس تناظر میں، حلیم کی بغاوت ایک فطری ردعمل ہے، جو ماحولیاتی اور سماجی انصاف کی بحالی کی علامت بن سکتی ہے۔

> وہ اپر چناب کینال پر اس جگہ پہنچ گئے تھے جہاں سے نور پور کینال نکلتی تھی۔ حلیم نے وہاں ڈبل کیبن کو روکنے کا اشارہ کیا۔ حفیظ اندر بیٹھا رہا جبکہ حلیم نیچے اُتر کر اپر چناب کینال میں کھڑے ہو کر نہر کے اندر اُس سوراخ کو دیکھتا رہا جہاں کبھی پانی کے بہاؤ کو قابو میں رکھنے کے لیے مشینیں لگی ہوتی تھی اور اب وہ بغیر دانتوں کے اس منھ کی طرح تھا جو اباسی لینے کے لیے کھولا گیا ہو۔ وہ دیر تک وہاں کھڑا دونوں نہروں کی سطح کے فرق کو دیکھتا رہا۔ اسے مایوسی ہوئی کہ اپر چناب کینال کی سطح نور پور کنال سے نیچے تھی اور اگر وہ مرالہ ہیڈ سے کسی روز پانی لانے میں کامیاب ہو گیا تو کیا اس پانی کا اتنا دباؤ ہوگا کہ وہ نور پور کنال میں بہنا شروع کر سکے؟ اس نے فیصلہ کیا کہ ہلکے سے ہلکا دباؤ قائم رکھنے کے لیے اپر چناب کینال میں دو سے تین فٹ اونچا بند بنانا پڑے گا جو پانی کو روک کر نور پر کینال میں ڈال سکے۔ (۵)

چودھری حلیم کے کردار کے توسط سے مصنف نے مرگ آب اور اس ماحولیاتی عدم توازن کے خلاف

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

مزاحمت کرتے ہوئے فطرت کی آواز بلند کی ہے۔مرالہ ہیڈ ورک کو تباہ کر کے حلیم اپنے گاؤں تک پانی لانا چاہتا ہے اور اپنے اس مقصد کے لیے جرائم پیشہ افراد سے مدد لیتا ہے۔مرالہ ہیڈ ورکس سے دو نہریں نکلتی ہیں پہلی مرالہ راوی لنک کینال اور دوسری اپر چناب کینال ہیں۔حلیم کے گاؤں کو سیراب کرنے والی نہر نور پور کینال ہے جو اپر چناب کینال سے نکلتی ہے۔اور اس میں صرف اسی صورت میں پانی آ سکتا ہے جب اپر چناب کینال بھری ہوئی بہے۔اپر چناب نہر خشک ہو چکی ہے جس میں پانی لانے کے لیے حلیم مختلف طریقے سوچتا ہے۔

> اپر چناب کینال میں دو صورتوں میں ہی پانی آ سکتا ہے؛ دونوں ملک مذاکرات کے ذریعے اگلے دس دنوں میں چناب کے پانی کو کھولنے کا منصوبہ بنا کر عمل درآمد شروع کرا دیں اور یا پھر مرالہ ہیڈ ورک پر جہاں مردہ چناب دفن ہے اور اس میں بچے کھچے پانی کو اپر چناب کینال میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے جو رکاوٹ لگائی گئی ہے، اسے توڑ دیا جائے۔[۶]

جب بیاس، ستلج، راوی اور چناب کو بند کر دیا گیا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف پانی روکا گیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ کسانوں کی زراعت، مزدوروں کی روزی، دیہاتی معیشت، اور غریب طبقات کی زندگی کا دھارا بھی روک دیا گیا۔ یہ تمام عوامل سامراجی طاقتوں کی ماحولیاتی ناانصافی (environmental injustice) اور ماحولیاتی طبقاتی استحصال (eco-class exploitation) کی عکاسی کرتے ہیں۔

> اس مرتبہ برصغیر... میں آنے والا قحط اس کے گاؤں تک پہنچ گیا تھا۔ اس قحط کے عوامل جغرافیائی سیاسی حالات پر مبنی بھی ہیں۔ یہ ایک مسلسل عمل تھا۔ پہلے بیاس، ستلج، راوی اور چناب کو بند کر دیا گیا۔ یہ نازی جرمنی کی یہودیوں کے قتل عام سے ملتی جلتی کیفیت تھی لیکن طریقہ کار مختلف تھا۔[۷]

ماحولیاتی تنقید کے تناظر میں مارکسیت اور سماجی ماحولیات کا یہ پہلو سرمایہ کارانہ معیشت کے تحت ماحولیاتی استحصال کے خلاف مزاحمت پر زور دیتا ہے۔ایسی معاشی سرگرمیاں جن کے اثر سے ماحولیات براہ راست متاثر ہو رہی ہے، ان پر نظر ثانی کرنے کی اشد ضرورت ہے۔اس check and balance کے نتیجے میں ماحول کو ان انسانی سرگرمیوں سے بچایا جا سکتا ہے جن کی وجہ سے اسے روز افزوں مسائل کا سامنا ہے۔ ۱۹۶۰ء میں سندھ طاس معاہدے کا قیام اور دریاؤں کی تقسیم بھی اس مسئلے کی ایک صورت ہے۔ڈیم بنا کر پانیوں کی غیر فطری تقسیم بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔چودھری حلیم کا ڈیم کو ختم کرنے کا عزم فطرت کی طرف مراجعت کا اظہار یہ ہے...

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

اُسے ایک خبر کا انتظار تھا کہ ڈیم کو دھماکے سے اُڑا دیا گیا ہے... اُسے یہ بھی خیال آتا کہ اُسے ڈیم اُڑانے کی خبر نہ ہی آئے تاکہ وہ انتظار میں رہتے ہوئے کتنی ساری امیدوں کے ساتھ جُڑا رہے۔[۸]

ماحولیاتی تنقید کا یہ نظریہ اس بات کا داعی ہے کہ تہذیب وتمدن کی یہ ترقی اور انسانی سرگرمیاں ماحولیاتی دست برد کی ذمے دار ہیں۔ڈیم بنیادی طور پر پانی ذخیرہ کرنے اور توانائی پیدا کرنے کا ایک انسان ساختہ وسیلہ ہے جس کے باعث جدید انسانی معاشرت میں طلب ورسد کے مسئلے کو مینیج کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ماحولیات کے تناظر میں یہ انسانی ترقی معکوس ہے اور اپنے اندر زوال کے متعدد پہلو مضمر رکھتی ہے۔فطری نظام کے برخلاف کچھ علاقوں کو پانی سے محروم کر کے کچھ مخصوص علاقوں تک پانی کی رسائی اور انسانی آسائشوں کے لیے توانائی کی پیداوار کے اس نظام کو مارکسیت کے نظریے کے مطابق طلب ورسد میں مصنوعی عدم توازن پیدا کر کے استحصال کا جواز قائم کرنے کے کھیل کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

> ماحولیاتی نظام میں وسائل کی قلت اور فضلات کو جذب کرنے کی صلاحیتوں کے ختم ہو جانے کا خوف فلسفہ ماحول اور ماحولیات دونوں کو لاحق ہے۔لیکن یہ اس قلت کا ایک مبہم اظہار ہے جو طلب اور رسد کی آپسی ساز باز پر انحصار کرنے والی سرمایہ دارانہ پیداواری طاقتیں پیدا کرتی ہیں۔ نیز جدید ٹیکنالوجی طلب و رسد کی مرکبات پر مسلسل اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ طلب میں اضافے پیداوار کے اخراج اور پیداواری عمل میں تبدیلی جیسے معاشی حربے اختیار کر کے قلت میں شدت یا کمی لاسکتی ہے... یوں سرمایہ دارانہ نظام کی خود ساختہ ضروریات میں مستقل اضافے کی وجہ سے پیدا ہونے والی ماحولیاتی حد بندی کے مسائل بھی ختم ہو جائیں گے۔[۹]

اگرچہ اس عمل کا آغاز انسانی فلاح اور اس سے جڑے تقاضوں کی تکمیل کے پیش نظر ہوا تھا،مگر اسے اس جہت(Direction) میں نہ چلایا جا سکا جو اس کے لیے مختص تھی۔ انسانی وسائل کے انسانی مفاد کے نعرے (Slogan) کو بدل کر ’’قدرتی وسائل انسان کے لیے‘‘ کے نعرے پر عمل ہونے لگا جس کا فطری نتیجہ قدرتی وسائل کی تلفی پر مرتکز ہوا۔ ماحولیاتی مارکسیت کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ محض (Capitalization) کی خاطر قدرتی وسائل کو متاثر کرنا انسانوں کی طرف سے فطری بنیادی حقوق پر دست درازی کے مترادف ہے۔جس طرح مادی وسائل پر سرمایہ کاری نے انسان سے اس کی فطری و روحانی(spiritual) تسکین کو چھین لیا ہے، وہیں اب ماحولیاتی استبداد اس سے قدرتی وسائل و ذرائع بھی ہتھیانے کے درپے ہے۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ناول میں انسانی تصرفات کی خاطر قدرتی وسائل کی معدومیت کی عکاسی کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے کہ ہیڈ ورکس کی مدد سے پانی کنٹرول کرنے کے بعد چودھری حلیم کا علاقہ رفتہ رفتہ خشک ہوتا چلا گیا۔ نہری پانی کم یاب ہونے کے باعث آب پاشی کے قدرتی ذرائع تیزی سے ختم ہوتے چلے گئےاور اس قلت نے دیکھتے ہی دیکھتے ماحول کا جغرافیہ بدل ڈالا... حلیم نے اپنے اردگرد نگاہ ڈالی تو دور دور تک خشک میدان، مرجھائے ہوئے درخت اور ایک گہری خاموشی کی دبیز چادر میں لپٹی ہوئی اداسی اسے تک رہی تھی۔ گرم ہوا سانپوں کی مدھم سرگوشیوں کے ساتھ یہاں وہاں بھٹک رہی تھی... چودھری صاحب! جب دریا سوکھ گیا تو بڑی نہر بھی خشک ہوگئی۔ بڑی نہر کے خشک ہونے سے اس کی شاخوں میں بہنے والی چھوٹی نہریں بھی پانی سے محروم ہوگئیں، اور ہمارے کھیتوں کو بھی پانی نہ ملا۔ لوگوں نے آبپاشی کے لیے ٹیوب ویل اور ڈیزل انجن کا سہارا لینا شروع کر دیا۔ زیرِ زمین پانی کی سطح مزید نیچے چلی گئی، اور لوگ بورنگ کو مزید گہرا کرتے چلے گئے۔ کچھ وقت کے بعد، جب پانی کی سطح مزید گہری ہوئی، تو بورنگ اور زیادہ گہری کی گئی۔ پھر ہمارے علاقے میں زیرِ زمین ایک سخت چٹانی پرت نمودار ہوئی۔ جہاں بھی مزید گہرائی میں بور کیا جاتا، نیچے چٹانیں ہی ملتی تھیں۔ پانی مکمل طور پر ختم ہوگیا، اور زمین بنجر ہونے لگی۔ پہلے زمین کی اندرونی نمی سے فصلیں اگتی تھیں، مگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے وہ مکمل طور پر جھلس کر تباہ ہو جاتی تھیں۔(۱۰)

سرمایہ کارانہ تصرفات اور طلب و رسد کی بحرانی صورت حال کا ایک پہلو تجارتی اور تعمیراتی اغراض سے بڑھتی ہوئی بھیانک ضروریات کے تحت جنگلات کا خاتمہ اور درختوں کا کٹاؤ ہے۔ ناول میں اس کی عکاسی کی گئی ہے کہ چودھری حلیم کے دیہات کی موت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جن علاقوں میں درخت موجود تھے ان کا بے دردی سے استحصال کیا گیا اور بے دریغ صفایا کر کے فطری جغرافیہ تباہ کر دیا گیا۔ جب انسان فطرت معاندانہ روش اختیار کرتا ہے تو زندگی کا قدرتی آہنگ بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے۔ زرخیزی سے بنجر ہونے کا زمین کا یہ سفر بہت دور رس اور تباہ کن نتائج کا حامل ہوتا ہے۔

> حلیم اس کے بیان میں اتنا کھویا ہوا تھا کہ اس کی نظر دیسو کے اشارے کے تعاقب میں گئی جہاں سامنے دیوار تھی... وہ لوگ ٹرکوں پر آتے، مسلح افراد ان کے ساتھ ہوتے... درخت کاٹ لے گئے، آپ دیکھیں تو دور دور تک کوئی درخت نظر نہیں آئے گا ٹرکوں کے بعد جیپوں اور موٹر سائیکلوں پر لوگ آنے لگے۔(۱۱)

ناول میں نہ صرف مارکسی ماحولیات کے اس بنیادی پہلو کی بھرپور عکاسی ملتی ہے بلکہ اس کے پہلو بہ پہلو اس

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

سے جڑے دیگر تناظرات کی عکاسی بھی بہت عمدہ طریقے سے نظر آتی ہے۔قدرتی وسائل کی ناپیدگی اور زمین کی موت اتنا بڑا المیہ ہے کہ یہ اپنے ساتھ کئی المیوں کو جنم دیتا ہے۔اس میں نئے وسائل کی تلاش میں نقل مکانی و ہجرت،شہروں کی طرف مراجعت اور شہروں کا دیہاتوں کو نگلنا،انواع کی نقل مکانی اور نسل کشی،قحط اور ماحولیاتی آلودگی جیسے بھیانک المیے شامل ہیں۔

ناول میں ابتدا ہی میں ایسی فضا پیش کی گئی ہے جس میں دیہاتوں سے شہروں کی طرف نقل مکانی، اس کے اثرات اور اس کے نتیجے میں فطری ماحول کو پیش آنے والے مسائل کو اجاگر کیا گیا ہے۔ پانی سے محرومی کے باعث جب دیہاتوں کی زمینیں بنجر ہونے لگیں اور قدرتی وسائل ناپید ہونے لگے تو لوگ رزق اور روزگار کی تلاش میں دھڑا دھڑ شہروں کا رخ کرنے لگے اور پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے۔تمدنی ترقی کی چاہ اور شہری زندگی کے نت نئے تقاضوں نے فطرت سے ان کا رابطہ منقطع کر دیا اور وہ بنجر زمینوں کا نوحہ بھول گئے۔ چودھری حلیم شہر میں اپنی مدت ملازمت پوری کرنے کے بعد گاؤں کی طرف مراجعت کرتا ہے۔ اسے شہر کی رونقیں نہیں لبھا سکیں۔ وہ فطرت کی تلاش میں گاؤں کا رخ کرتا ہے۔مگر گاؤں کا متغیر جغرافیہ دیکھ کر وہ ششدر رہ جاتا ہے۔یہ تو کوئی اور ہی نقشہ تھا۔ دریافت کرنے پر اسے پتا چلتا ہے کہ... لوگ اپنا گھر بار چھوڑنے لگے۔ رشتے داروں کے ہاں یا مختلف شہروں کا رُخ کرنے والوں کی قطاریں لگ گئیں۔ آدھی رات کے بعد لوگ چپکے چپکے گھروں سے نکلنا شروع کر دیتے۔ چودھری صاحب! بھوک اور فاقہ زدہ لوگ اور کیا کر سکتے تھے؟ کاشت کار کا زمین اور پانی سے گہرا رشتہ ہوتا ہے، مگر جب پانی نے دھوکہ دے دیا تو زمین نے بھی بے رخی اختیار کر لی۔ زمین کا رنگ بدل گیا، اور اس کی وفاداری کی نمی ختم ہو گئی۔ آپ نے دیکھا کہ وہ اب بس ایک بھربھری، سلیٹی رنگ کی بے جان شے بن کر رہ گئی ہے۔[۱۲]

یہ منظر قدرتی وسائل کے بحران اور ان سے جڑے معاشی زوال کی عکاسی کرتا ہے۔ ماحولیاتی تباہی صرف زمینی یا معاشی مسئلہ نہیں بلکہ اجتماعی زندگی کا بحران بن چکی ہے۔ مارکسی نقطہ نظر سے، یہ صورت حال وسائل کی غیر مساوی تقسیم اور سرمائے کے ارتکاز کی نشاندہی کرتی ہے، جس نے محنت کش طبقے کو بے بس کر دیا۔ یہاں پانی اور زمین جیسے بنیادی وسائل سے محرومی، کسانوں کی جدوجہد کو محض فطری بحران نہیں، بلکہ ایک معاشرتی اور معاشی استحصال کا نتیجہ قرار دیتی ہے۔انسان کی جدید تہذیبی اخلاقیات کے ہاتھوں زمین کی یہ بے توقیری فطرت کے انتقام کی صورت نتیجہ خیز ہوتی ہے اور انسان کو اس کی بھاری قیمت چکانا پڑتی ہے۔

فلسفۂ ماحولیات ان تمام سماجی،تہذیبی،تاریخی اور بشریاتی فلسفوں اور مکاتب فکر کو چیلنج کرتا ہے جن کی رو سے انسان اور فطرت کے مابین دوئی قائم کر کے انسان کو فطرت پر تفوق دیا گیا ہے۔انسان کی ذہنی صلاحیتوں

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

کی بنیاد پر اسے مرکز کائنات قرار دے کر انسانی ترقی اور آسائش کے لیے فطرت کی تسخیر کو روا سمجھا جاتا ہے۔ فلسفۂ ماحولیات انسان اور فطرت کی دوئی ختم کر کے یکجائی کو قائم کرتا ہے اور فطرت کے اس اصول کا اطلاق کرتا ہے کہ حیاتیاتی کل میں تمام عناصر باہم ناگزیر ہیں۔[۱۳] ماحولیاتی تنقید کے نزدیک انسان بھی باقی انواع کی طرح ایک نوع ہے، جسے اضافی صلاحیتوں کی بنیاد پر باقی انواع کی محافظت کا فریضہ سونپا گیا ہے۔ انسان نے محافظت کا فریضہ نبھانے کے بجائے اپنی اضافی صلاحیتوں کا غلط استعمال کیا جس کے باعث ماحول عدم توازن کا شکار ہوا۔ ان اضافی صلاحیتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے انسان نے نہ صرف اپنے لیے بلکہ باقی انواع کے لیے بھی خطرے کی گھنٹی بجائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کی اسی کارستانی کے باعث نہ صرف دیگر مخلوقات کا وجود خطرے میں ہے، بلکہ ان میں سے اکثر روئے ارض سے ناپید ہوتی جا رہی ہیں... اس کے صحن میں کبھی بکائن کا درخت ہوا کرتا تھا، جس کی گھنی چھاؤں تلے گاؤں کی عورتیں دوپہر کا وقت گزارا کرتی تھیں۔ اب وہاں بکائن کا کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ شاید یہ درخت پانی کی قلت کے باعث سوکھ گیا، اور جب اس کی لکڑی سے کڑواہٹ ختم ہو گئی تو کیڑوں نے اسے چاٹ لیا، یا پھر گاؤں کی باقی چیزوں کی طرح یہ بھی لالچی ہاتھوں کا شکار ہو کر کاٹ لیا گیا۔[۱۴]

بکائن کا غائب ہونا قدرتی وسائل کے بے دریغ تصرف اور استحصال کی علامت ہے۔ بشر مرکزی فلسفہ زندگی نے بکائن اور اس جیسی کئی نباتات اور قدرتی انواع کو بے موت مرنے پر مجبور کیا۔ خطے تیزی سے تغیر پذیر ہونے لگے اور زمین ماحولیاتی تبدیلیوں کی زد میں آ گئی۔ اس درخت کا خاتمہ صرف ایک قدرتی سانحہ نہیں بلکہ امتیازی خلاقی نظام کی عکاسی کرتا ہے جس میں بقا کے حق کو صرف انسان کے ساتھ مخصوص سمجھا جاتا ہے۔ قدرتی انواع کی معدومیت اور بالخصوص درختوں سے زمین کا خالی ہو جانا بہت حساس ماحولیاتی بگاڑ ہے۔ درختوں کے غیاب سے ڈیموگرافک تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ زمین کا طبعی توازن بگڑ جاتا ہے اور ظاہری حسن ختم ہو جاتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ درختوں کی ناموجودگی سے فضائی آلودگی اور سیلاب کی تباہ کاری کے خلاف قدرتی مدافعت کا نظام ختم ہو جاتا ہے۔ زمین کی کوکھ بنجر ہونے سے پورے ایکوسسٹم کی بنیادیں ہل کر رہ جاتی ہیں۔

> درخت ۳۰ فیصد تک بیماریوں کا علاج ہیں صرف ان کی صحبت کا یہ اثر ہے۔ اور ہم ہیں کہ شہروں میں کروڑوں روپے سے تیار کردہ غاروں کو اپنا گھر کہتے ہیں کہ جہاں پیڑ نہیں ہیں اور نمی کم ہے۔ آکسیجن کا عمل ناپائیدار ہے اور ہماری لاپروائی ملاحظہ ہو کے ہم ایک طرف زرعی رقبوں کو ختم کر کے نئی کالونیاں بناتے جا رہے ہیں اور دوسری طرف ہمارا درختوں سے یہ رویہ ہے کہ ہم دھڑا دھڑ باغات کو کاٹ

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

رہے ہیں، جس کی وجہ سے درجہ حرارت بڑھ رہا ہے اور شہری زندگی حبس اور سڑاند زدہ ہے۔۔فردی ماحولیات (Autecology) کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم اس کرب کا شکار ہو جائیں گے کہ ہماری غذائیں بھی غیر فطری ہو گئی ہیں...(۱۵)

انسان نے دریاؤں کا رخ موڑ دیا، درخت کاٹ دیے اور پھر نوحہ کناں ہے کہ اس کی زمین بنجر ہو گئی۔ پھر بھی انسان کو توقع ہے کہ زمین ہن برسائے رزق پیدا کرے اور اس کی گود ہری رہے۔فطرت کا نظام باہم لین دین کے تعامل پر چلتا ہے۔زمیں کے ساتھ اس ثنوی برتاؤ اور امتیازی اخلاقیات کو ماحولیاتی تنقید میں ماحولیاتی تانیثیت کے ذیل میں بالخصوص مطالعہ کیا جاتا ہے۔(۱۶) ناول میں دکھایا گیا ہے کہ ہیڈ ورکس کی مدد سے پانیوں کے کنٹرول اور درختوں کے کٹاؤ سے جب زمین کی گود اجاڑ دی گئی تو انسانی بستیوں کو قحط اور خشک سالی نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ حالاں کہ دریائی بیٹ کا یہ ایسا علاقہ تھا جہاں کی زمینیں بہت زرخیز تھیں۔ یہاں پانی کی زیر زمین سطح بہت بلند تھی اور اکثر اوقات چمبھا کھودتے ہوئے پانی نکل آتا۔ دھان یہاں کی اہم ترین فصل تھی۔ عام خیال تھا کہ اس زمین کے نیچے ایک چٹان ہے اور یہ چٹان پانی کو موجودہ سطح سے نیچے نہیں جانے دیتی۔نہر کے پاس ہونے کی وجہ سے یہ خیال تھا کہ پانی کبھی ختم نہیں ہوگا۔مگر اب نہر بھی خشک ہو چکی تھی۔(۱۷)

اب یہی زمین بنجر ہو چکی تھی اور اس نے انسان کو پالنے سے انکار کر دیا تھا۔ناول انسان کے اسی منافقانہ رویے کا محاسبہ کرتا نظر آتا ہے کہ انسان فطرت سے جی بھر کر جب مستفیض ہو لیتا ہے اور اس کی پیداواری صلاحیتوں کو زیر تصرف لا چکتا ہے تو روگردانی کا رویہ اختیار کر لیتا ہے اور نئی زمینوں کی تلاش میں نکل جاتا ہے... جب قحط یقینی ہو گیا تو میں نے گاؤں والوں کو نکلنے میں مدد دی... اسی زمین نے سب کو بہت کچھ دیا تھا اور اب اس کی ضرورت کے وقت اسے ترک کر رہے تھے۔(۱۸)

فطرت کے ساتھ سفاکانہ تعامل پورے ایکو سسٹم کے انحطاط کا باعث بنتا ہے۔بنجر ہونے والی زمینیں خشک سالی اور قحط کی لپیٹ میں آجاتی ہیں۔ایسے زرخیز خطے بہت سی قدرتی انواع اور نباتات کی معدومیت کا سبب بنتے ہیں۔جب فصلیں اور نباتات سوکھ جاتی ہیں تو ان پر انحصار کرنے والی انواع بھی معدوم ہو جاتی ہیں۔ یہ سائنس کی ترقی کا ایسا معکوس پہلو ہے جو زوال پر منتج ہوتا ہے اور خود انسان کو بھی اس کی قیمت چکانا پڑتی ہے۔

...انسان کا یہی خود غرضانہ رویہ ہی ہے جو زیر زمین معدنیات اور زمین پر موجود

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

قدرتی مناظر اور فطری جمالیات کا گلا گھونٹ رہا ہے۔ اس کے ہاتھ سے نہ ہی جنگل سلامت ہیں نہ پودے اور جانور اور نہ ہی آبی وخورد بینی حیاتیات۔[۱۹]

پانی کی قدرتی گزرگاہوں کو قابو کرنے اور من مانے راستوں سے گزارنے کا فطرت کش اقدام اپنے اندر متعدد تباہ کن جہات رکھتا ہے۔ پانی پر اجارہ داری سے جہاں وسیع خطہ پانی سے محروم ہو کر بنجر زمین کا روپ دھار لیتا ہے وہیں پر پانی کا غیر فطری بہاؤ سیلابی تباہ کاریوں کا موجب بنتا ہے۔ جس سے بڑے پیمانے پر زرخیز زرعی رقبے زیر آب آ کر سیم زدہ ہو جاتے ہیں اور ایک لمبے عرصے تک غیر پیداواری صورت حال سے دو چار ہو جاتے ہیں۔ اس کی سب سے بھیانک مثال حالیہ سیلابی صورت حال میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ دونوں صورتوں میں اس کی قیمت زمین کو چکانا پڑتی ہے اور زمین کی فطری زرخیزی کا عمل وسیع پیمانے پر تباہی اور تخریب کا شکار ہو جاتا ہے۔ پیداواری زمینوں کے مردہ ہونے کی اس قلت اور پیداوار کی بڑھتی ہوئی مانگ کو مصنوعی طریقوں سے پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جو زمین کے استحصال کی ایک اور کہانی کو جنم دیتی ہے۔ اس لیے خطوں کے بنجر ہونے اور دریاؤں کے سوکھنے کی تمام تر ذمے داری خود حضرت انسان پر ہی عائد ہوتی ہے۔[۲۰] اس طرح فطرت پر حاکمانہ تسلط اور پانیوں پر اجارے سے بقا کے تحفظ کو یقینی بنانے کا یہ حریصانہ انسانی اقدام ہر لمحہ انسانی زندگی کی قدر گھٹانے کی طرف مراجعت کر رہا ہے۔ اور یوں ایک ردِ تشکیلی منہاج سے فطرت کا زوال خود انسان کی طرف پلٹ کر ایک کلی زوال کی طرف گام زن ہے... ریگستان تو ریگستان ہی رہے گا، یہ زمین پھر ریگستان ہو گئی ہے۔ اب یہاں کے باسیوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے خون سے اس نم کو زندہ کریں۔ اسے ترک کر دینے والے اس کے ساجھے دار ہونے کے بجائے غاصب تھے جن کا کام اسے نچوڑے ہی چلے جانا تھا۔[۲۱]

ماحولیاتی تنقید کے مطابق ماحولیاتی بگاڑ صرف سائنسی یا قدرتی مسئلہ نہیں بلکہ طاقت، سرمایہ اور جغرافیائی تسلط کی پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ جب سائنسی ترقی انسان کی بھلائی کے بجائے طاقت اور منافع کے لیے استعمال ہوتی ہے تو وہ نہ صرف خود انسان بلکہ پورے ماحولیاتی نظام کے لیے خطرہ بن جاتی ہے۔ بقول نازش صفدر انیسویں صدی تک ماحول اپنا توازن برقرار رکھے ہوئے تھا لیکن انسان کی وضع کردہ تبدیلیوں کے باعث اس میں بگاڑ پیدا ہوتا گیا۔ جوں جوں انسان سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں ترقی کرتا گیا... توں توں ماحولیاتی نظام بگڑتا گیا۔[۲۲]

ناول کوہِ گراں میں بھی مصنف نے بتدریج ٹیکنالوجی کے ہاتھوں اسی انسانی تباہی اور بالخصوص ماحولیاتی بگاڑ کا ذکر کیا ہے جس کا مطمع نظر ماحول پر انسانی کارروائیوں کے منفی اثرات کی طرف توجہ مبذول کرانا ہے۔ سائنس کی ترقی نے زندگی کی تباہی اور فطرت کے زوال کا جو راستہ ہموار کیا یہ ناول اسی سلسلے میں مزاحمت کی ایک کڑی ہے۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

چودھری حلیم کے کردار کے توسط سے مصنف نے مزاحمت کی یہ آواز بلند کی ہے۔اس کردار کی مدد سے ماحول مرکزیت کا متوازی بیانیہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔حلیم کی گاؤں کی طرف واپسی انسان کی نیچر کی طرف مراجعت کا اظہار یہ ہے۔مردہ چناب کے دفن شدہ پانیوں کو اپنی فطری گزرگاہ کی طرف واپس لانا اور بنجر زمینوں کی زرخیزی کا خواب ایسا عمل ہے جو وقت کے آئینے میں اپنا آپ دیکھنے کا متقاضی ہے۔ پانی کی غیر مساوی اور غیر فطری تقسیم کے خلاف چودھری حلیم کی مزاحمت انسان کی فطرت کی اکائی طرف پیش قدمی ہے جہاں وہ خود کو برتر سمجھنے کے بجائے فطری نظام کے ایک جزو کے طور پر قبول کرے اور اس قبولیت میں ہی بقاے باہمی کا راز مضمر ہے۔

> دور سے دونوں نہروں کی سطح بظاہر ایک جیسی لگ رہی تھی، صرف وہاں جہاں سے بی آر بی نہر کا آغاز ہوتا تھا، ایک بڑا اور گہرا گڑھا بن چکا تھا۔ اگر اپر چناب کنال کا پانی اس گڑھے میں گرنے لگے تو ممکن ہے کہ پوری نہر کا بہاؤ اس طرف ہو جائے۔حلیم آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس مقام پر پہنچا جہاں سے اینٹیں تک نکال لی گئی تھیں۔ وہاں اسے دوبارہ اپر چناب کنال کی سطح ذرا سی اونچی محسوس ہوئی۔حلیم نے فیصلہ کیا کہ یہاں اسے تین سے چار فٹ کی اونچی رکاوٹ بنانی ہوگی تا کہ پانی کا بہاؤ سیدھا اور بہتر رہے۔اگر پہلا ریلا بی آر بی نہر کی طرف نہیں گیا تو اس کی بنائی ہوئی رکاوٹ محفوظ رہے گی۔(۲۳)

حلیم کا کردار ایک فطرت پسند انسان کے روپ میں سامنے آتا ہے اسے نہ صرف پانی جیسے عطیہ خداوندی کی قلت کا افسوس ہے بلکہ ناول میں جا بجا اس کا اظہار نظر آتا ہے کہ وہ دیگر فطری مظاہر کے ساتھ بھی ایک مضبوط جڑت محسوس کرتا ہے۔وہ فطرت اور اس کے مظاہر کا دل دادہ ہے اسے ان کے بے دریغ استعمال کا انتہائی قلق ہوتا ہے۔ پورے ناول میں وہ اس کیفیت کی وجہ سے بے چین و بے قرار دکھائی دیتا ہے۔ اس کی فکر کا مرکز ومحور مٹتے ہوئے قدرتی نقوش ہیں جو انسان کے سنگ دلانہ رویوں کی بھینٹ چڑھتے جا رہے ہیں۔ چودھری حلیم کی صورت مصنف نے انسان کے اجتماعی ضمیر کی آواز کو مجسم کیا ہے جو فطرت مغائرانہ رویوں کا تمام تر بوجھ اپنے کندھوں پر محسوس کرتا ہے۔اسے لگتا ہے کہ اس اجتماعی سنگ دلی کا ذمے دار وہ ہے۔دراصل یہ اس تمام فکری ارتقا کی رد تشکیل ہے جو ثنوی بنیادوں پر قائم کیا گیا ہے۔

کرۂ ارض نظام شمسی کا واحد سیارہ ہے جہاں زندگی کا وجود ممکن ہے۔زندگی کے موجود ہونے کے سب ہی لوازمات کسی اور سیارے پر من وعن نہیں پائے جاتے۔اس مسکن کو اب انسان کے ہاتھوں گونا گوں مسائل درپیش

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ہیں۔انسانی ماحولیات اوراس کا فطری عناصر سے تعلق اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ پھیپھڑوں کا تعلق آکسیجن سے ہوتا ہے۔انسانی ماحول کی فطرت سے رابطہ کاری یا جڑت ایک اہم موضوع ہے۔یہ جڑت یا باہمی رابطہ کاری کا نظام ایک ایسا Ecosystem وجود میں لاتا ہے جو انسان کی جسمانی اور ذہنی صحت کی بہتری میں مثبت کردار ادا کرتا ہے۔یہ جنگلی ماحولیات میں دھوپ تاپنے کے عمل سے مشابہت رکھتا ہے جو مدافعتی نظام کو بہتر بناتی ہے۔اسی طرز پر فطرت اور انسانی ماحول کی جڑت سے جو مثبت تبدیلیاں انسانی ذہن اور اس کی روحانی حالت میں پیدا ہوتی ہیں،ان کے ردعمل کے طور پر ماحولیاتی ادب تخلیق ہوتا ہے۔(۲۴)

ایک ماحولیاتی متن ہونے کے ناطے کوہ گراں پانی کی موت کا وہ نوحہ ہے جو نوشتہ دیوار ہے۔یہ فطرت کی وہ آواز ہے جو ایک بھیانک انجام سے متنبہ کرنے کے لیے انسان کی توجہ کی طالب ہے۔حیات آفرینی سے مرگ رسائی تک پانی کی حیثیت کے تغیر کا یہ سفر دراصل انسانی اپروچ کے ان تغیرات کا عکاس ہے جو فطرت کو حاشیے پر دھکیل کر بزعم خودمرکز کائنات ٹھہرنے کی تمنائی ہے۔آسائشات اور طاقت کے حصول کی خاطر فطرت سے مغائرت اور مرگ آب کی یہ کہانی کائناتی متن کی ازسرنوقرات کا مطالبہ کرتی ہے۔بازدید کا یہ سفر اس کل کی طرف مراجعت ہے جس میں ہر اکائی دوسری سے جڑت کی بنا پر معنی خیز اور مکمل ہے اور اس کل میں انسان بھی محض ایک اکائی ہے مرکز نہیں ہے۔

حواشی

۱۔ شیرل گلاٹ فیلٹی (Cheryll Glotfelty)،ماحولیاتی تنقید:آغاز وارتقااورامکانات، (Introduction: Literary Studies in an age of environmental Crisis) مشمولہ ماحولیاتی تنقید: نظریہ اورعمل (منتخب مضامین)،(مترجم اورنگزیب نیازی)،(لاہور:اردو سائنس بورڈ،۲۰۱۹ء)ص۱۶

۲۔ ڈاکٹر اورنگ زیب نیازی،ماحولیاتی تنقید:پس منظر،آغاز اور امتیازات،مشمولہ بنیاد،جلد۱۰،شمارہ۲۰۱۹ء، لاہور یونی ورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز، لاہور،ص۱۶

۳۔ https://www.scribd.com/document/890811287/Marala-Barrage-Engineering-Details

۴۔ خالد فتح محمد، کوہِ گراں،(گوجرانوالہ:الحمد پبلی کیشن،۲۰۱۷ء)،ص۲۵

۵۔ ایضاً،ص۱۲۷،۱۲۸

۶۔ ایضاً،ص۸۷

۷۔ ایضاً،ص ۵۳

۸۔ ایضاً،ص۲۵۸

۹۔ گریک گیرارڈ (Greg Garrard)،ماحولیاتی تانیثیت،ماحولیاتی مارکسیت اورسماجی ماحولیات، (Ecofeminisim:

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

Social Ecology and Marxist Ecocriticism، مشمولہ ماحولیاتی تنقید: نظریہ و عمل (منتخب مضامین)، ترجمہ اورنگ زیب نیازی، ص۲۳۲

۱۰۔ خالد فتح محمد، کوہِ گراں، ص۷،۲۱

۱۱۔ ایضاً، ص۲۲

۱۲۔ ایضاً، ص۲۱

۱۳۔ گلین اے لو (Glen A. Love)، فطرت سے متعلق تصورات پر نظر ثانی، (Ravluing Nature: Towards an Ecological Criticism)، مشمولہ: ماحولیاتی تنقید: نظریہ و عمل، ترجمہ اورنگ زیب نیازی، ص۷۳

۱۴۔ خالد فتح محمد، کوہِ گراں، ص۳۶

۱۵۔ محمد اشرف اور ڈاکٹر فرزانہ کوکب، فطرت، انسانی ماحولیات اور تخلیقی ادب مشمولہ تحقیقی مجلّہ متن، جلد۱، شمارہ۲، دسمبر ۲۰۲۰ء، شعبۂ اردو و اقبالیات، دی اسلامیہ یونی ورسٹی آف بہاول پور، ص۲۳۶

۱۶۔ اورنگ زیب نیازی، اردو ادب: ماحولیاتی تناظر، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۲۲ء)، ص۲۰۹

۱۷۔ خالد فتح محمد، کوہِ گراں، ص۲۵۸

۱۸۔ ایضاً، ص۲۴

۱۹۔ محمد اشرف اور ڈاکٹر فرزانہ کوکب، پاکستان میں ماحولیاتی تنقید مشمولہ جرنل آف لینگویجز، کلچر اینڈ سویلائزیشن (Journal of Languages, Culture and Civilization)، (تحقیقی مجلّہ)، جلد سوم، ستمبر ۲۰۲۱ء، ساؤتھ پنجاب سینٹر فار ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ، ملتان، ص۲۲۴

۲۰۔ فریڈ پیئرس (Fred Pearce)، جب دریا سوکھ جاتے ہیں، (When the rivers run dry)، (مترجم: ثقلین شوکت)، (لاہور: مشعل بکس، ۲۰۰۶ء)، ص۱۴۷

۲۱۔ خالد فتح محمد، کوہِ گراں، ص۳۱

۲۲۔ نازش صفدر اور فرحت جبین ورک، بیگم اختر ریاض الدین کے سفرناموں میں ماحولیاتی تانیثی شعور کا تنقیدی جائزہ، مشمولہ جرنل آف ریسرچ (اردو)، جلد ۳۷، شمارہ ۱۰، جنوری تا جون ۲۰۲۱ء، شعبۂ اردو، بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی، ملتان، ص۱۰۷

۲۳۔ خالد فتح محمد، کوہِ گراں، ص۱۳۰

۲۴۔ محمد اشرف اور ڈاکٹر فرزانہ کوکب، فطرت، انسانی ماحولیات اور تخلیقی ادب، ص۲۳۲

مآخذ

۱۔ پیئرس، فریڈ (Pearce, Fred)، جب دریا سوکھ جاتے ہیں، (When the rivers run dry)، مترجم ثقلین شوکت، لاہور: مشعل بکس، ۲۰۰۶ء

۲۔ فتح محمد، خالد، کوہِ گراں، گوجرانوالہ: الحمد پبلی کیشن، ۲۰۱۷ء

۳۔ گلاٹ فیلٹی، شیرل (Glotfelty, Cheryll)، ماحولیاتی تنقید: آغاز و ارتقا اور امکانات، (Introduction: Literary Studies in an age of environmental Crisis) مشمولہ ماحولیاتی تنقید: نظریہ اور عمل (منتخب مضامین)، ترجمہ اورنگزیب نیازی، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۱۹ء

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

۴۔ گیرارڈ، گریک (Garrard, Greg)، ماحولیاتی تانیثیت،ماحولیاتی مارکسیت اور سماجی ماحولیات، (Ecofeminisim: Social Ecology and Marxist Ecocriticism)، ایضاً

۵۔ لَو،گلین اے(Love, Glen A.)، فطرت سے متعلق تصورات پر نظر ثانی، (Ravluing Nature: Towards an Ecological Criticism)، ایضاً

۶۔ نیازی، اورنگ زیب، اردو ادب: ماحولیاتی تناظر، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۲۲ء

رسائل و جرائد

۱۔ بنیاد (تحقیقی مجلّہ)، جلد ۱۰، شمارہ ۲۰۱۹ء، لاہور یونی ورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز، لاہور

۲۔ جرنل آف ریسرچ (اردو) (تحقیقی مجلّہ)، جلد ۳۷، شمارہ ۱۰، جنوری تا جون ۲۰۲۱ء، شعبۂ اردو، بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی، ملتان

۳۔ جرنل آف لینگویجز، کلچر اینڈ سویلائزیشن (Journal of Languages, Culture and Civilization)، (تحقیقی مجلّہ)، جلد سوم، ستمبر ۲۰۲۱ء، ساؤتھ پنجاب سینٹر فار ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ، ملتان

۴۔ متن (تحقیقی مجلّہ)، جلد ۱، شمارہ ۲، دسمبر ۲۰۲۰ء، شعبۂ اردو و اقبالیات، دی اسلامیہ یونی ورسٹی آف بہاول پور

ویب سائٹ

۱۔ https://www.scribd.com/document/890811287/Marala-Barrage-Engineering-Details

Bibliography:

1. Fateh Muhammad, Khalid, *Koh-e-Giran*, Gujranwala: Al-Hamd Publication, 2017
2. Garrard, Greg, Maholiyati Tanisiyat, *Maholiyati Marxism aur Samaji Maholiyat*, (Ecofeminisim: Social Ecology and Marxist Ecocriticism), in *Maholiyati Tanqeed: Nazariya o Amal* (Muntakhab Mazameen), Translated by Aurangzeb Niazi, Lahore: Urdu Science Board, 2019
3. Glotfelty, Cheryll, *Maholiyati Tanqeed: Aghaz o Irteqa aur Imkanat* (Introduction: Literary Studies in an age of environmental Crisis), _____, _____, _____
4. Love, Glen A., Fitrat se Mutaliq Tasawuraat par Nazar-e-Sani, (Revaluing Nature: Towards an Ecological Criticism), _____, _____, _____
5. Niazi, Aurangzeb, *Urdu Adab: Maholiyati Tanazur*, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2022
6. Pearce, Fred, *Jab Darya Sookh Jate Hain*, (When the rivers run dry), Translated by Saqlain Shaukat, Lahore: Mashal Books, 2006

Magazines

1. *Bunyad* (Research Journal), Vol: 10, Issue 2019, Lahore University of Management Sciences, Lahore
2. *Journal of Languages, Culture and Civilization* (Research Journal), Vol: 3, September 2021, South Punjab Center for Research and Development, Multan
3. *Journal of Research* (Urdu) (Tehqeeqi Mujalla), Vol: 37, No. 10, Jan - Jun 2021, Dept. of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan
4. Matn (Research Journal), Vol: 1, No. 2, Dec. 2020, Dept. of Urdu and Iqbal Studies, The Islamia University of Bahawalpur

Magazines

1. https://www.scribd.com/document/890811287/Marala-Barrage-Engineering-Details